بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم جناب حضرت مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میرے پاس یہ سوال آیا ہے اس کی تمام شقوں کا جواب مدلل بالتفصیل عنایت فرمادیں، نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ اگر زوجین میں سے مرد غیر مسلم رہے اور عورت مسلمان ہوجائے تو پھر چھوٹے یا بڑے بچے والدین میں سے کس کے تابع ہوں گے؟ نیز کفار سے متعلق شریعت مطہرہ کے کیا احکام ہیں؟

محمد الیاس چنیوٹی

18-07-2019

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وفقہائے امت اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں مسمیٰ شاہد مجید ولد عبدالمجید ساکن ہارون ٹاؤن اوکاڑہ اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتا ہوں پہلی بیوی کے فوت ہونے پر مجھے دوسرے نکاح کی ضرورت محسوس ہوئی تو بعض دوستوں نے میری شادی چناب نگر ضلع چنیوٹ کی شیریں ثمر دختر محمد اقبال ناصر سے کروادی اور وہ میرے نکاح میں تقریباً ساڑھے تین سال رہی، قبل ازیں مجھے نہ تو یہ پتہ تھا کہ یہ عورت قادیانی ہے اور نہ ہی چناب نگر کے لوگوں کے عقائد کے بارے میں علم تھا، علم ہونے پر میں نے اسے وارننگ دی کہ قادیانی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوجاؤ، مگر نہ مانی تو میں نے موقع بموقع اسے تین طلاقیں دے دیں، خاتون مذکور نے اپنی ماں کی موجودگی میں اپنے دارالقضاۃ سے فیصلہ چاہا اور اپنی رضامندی سے بچہ حمورابی اور بیٹی سارہ ملک میرے حوالہ کردی، اس دس سال بعد وہ بیٹی مذکورہ کو دھوکہ سے اپنے پاس لے گئی ہے اور واپس کرنے سے انکاری ہے۔

سوال یہ ہے کہ آیا شریعتِ اسلامیہ کا یہ فیصلہ درست ہے؟ میری بیٹی اپنی قادیانی ماں کے پاس رہنی چاہیے یا اس کا میرے ساتھ رہنا ٹھیک ہے؟ قرآن وسنت اور فقہ کی روشنی میں تفصیلی فتویٰ عنایت فرمایا جائے۔

سائل: شاہد مجید ولد عبدالمجید،

ساکن ہارون ٹاؤن، گلی نمبر H-2، مکان نمبر 84، اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً

بطور تمہید یہ سمجھنا ضروری ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں کفر اور کفار کی مختلف اقسام ہیں اور ان کے بعض احکام میں بھی فرق ہے، اس لیے ابتداءً ایمان وکفر کی حقیقت اور اس کی اقسام ذکر کی جاتی ہیں۔

ایمان وکفر کی حقیقت

ایمان نام ہے دین کے تمام قطعی اور ضروری احکام کو ماننے کا اور ان احکام میں سے کسی بھی قطعی اور ضروری حکم کا انکار کفر ہے۔

علامہ ابن نجیم حنفی (متوفٰی:۹۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"والإيمان التصديق بجميع ما جاء به محمد -صلى الله عليه وسلم -عن الله تبارك وتعالى مما علم مجيئه به ضرورة........ والكفر لغة الستر وشرعا تكذيب محمد -صلى الله عليه وسلم -في شيء مما يثبت عنه ادعاؤه ضرورة " (البحرالرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ١٢٩/٥، دارالكتاب الاسلامی، بيروت)

کہ ایمان ان تمام ضروریات کی تصدیق کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے لے کر آئے ہیں....اور کفر کا لغوی معنی رکاوٹ اور آڑ ہے اور شرعاً ضروریات دین میں سے کسی ضروری حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کفر ہے۔

ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ نے یہی بات ''الاشباہ والنظائر'' میں بھی تحریر کی ہے:

"الإيمان تصديق سيدنا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم في جميع ما جاء به من الدين ضرورة،الكفر تكذيب محمد صلى الله عليه وسلم في شيء مما جاء من الدين بالضرورة"(الاشباه والنظائر، ص ١٩٠، ط:دارالكتب العلمية، بيروت)

یہی بات علاء الدین حصکفی رحمہ اللہ (متوفٰی:۱۰۸۸) نے بھی لکھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"وهو تصديق محمد صلى اللّٰه عليه وسلم في جميع ما جاء به عن اللّٰه تعالى مما علم مجيئه ضرورة....... والكفر لغة :الستر .وشرعا :تكذيبه صلى الله عليه وسلم في شيء مما جاء به من الدين ضرورة" (الدرالمختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، ص ٣٤٤، دارالكتب العلمية، بيروت)

ایمان اور کفر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسہ اور اعتماد پر بے چون وچراں تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ کے کسی ایک حکم کو نہ ماننا جو ہم تک قطعی اور یقینی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچا ہو اور وہ حکم ضروریاتِ دین میں سے ہو کفر ہے، مطلب یہ ہے کہ جس چیز کے ماننے اور تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے اس کے نہ ماننے اور انکار کا نام کفر وارتداد ہے۔ مذکورۃ الصدر ایمان اور کفر کی تعریف سے واضح ہوگیا کہ ایمان تمام عقائد ضروریہ دینیہ کے مجموعہ کی تصدیق وتسلیم کا نام ہے لیکن کفر کے لیے ان سب چیزوں کی تکذیب یا سب کا انکار ضروری نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار بھی کفر ہی ہے اور کفر کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ مذہب

بھی تبدیل کرے بلکہ شریعت کے ایک قطعی ضروری حکم کے انکار سے بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے اگر چہ یہ شخص دوسرے تمام احکامات ضروریہ پر ایمان رکھتا ہو۔ (اصولِ تکفیر، از حضرت فقیہ العصر قدس سرہ)

اقسامِ کفر اور ان کے احکام

ذیل میں کفر کی اقسام اور ان کا مختصر حکم ملاحظہ فرمائیں:

(۱) کفرِ انکار، ضروریاتِ دین میں سے کسی قطعی ضروری حکم کا زبان اور دل دونوں سے انکار کرنا جیسا کہ عام کفار۔

(۲) کفرِ جحود، ضروریاتِ دین کو دل سے صحیح اور حق پہچانتا ہو مگر دل اور زبان سے منکر ہو، جیسا کہ ابلیس کا کفر۔

(۳) کفرِ عناد، دل سے ضروریاتِ دین کو قبول کرے اور زبان سے بھی اسے حق کہتا ہو مگر ادیان باطلہ سے براءت کا اظہار و اعلان نہ کرے۔

(۴) کفرِ نفاق، دل سے ضروریاتِ دین کا منکر ہو مگر کسی فائدے کے لیے زبان سے ایمان ظاہر کرے، ایسے شخص کو منافق کہا جاتا ہے۔

محدث العصر علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ (متوفی: ۱۳۵۳ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

”قال عامة الفقهاء والمتكلمين :إن الإيمان تصديق بأمور مخصوصة علم كونها من الدين ضرورة.........والمراد من الضرورية ما يعرف كونها من دين النبي صلى الله عليه وسلم بلا دليل .بأن تواتر عنه واستفاض، حتى وصل إلى دائرة العوام وعلمه الكواف منهم، لا أن كلا منهم يعلمه، وإن لم يرفع لتعليم الدين رأسا، فإن جهله لعدم رغبته فى تعليم الدين، وعلمته العامة، فهو ضرورى كالواحدانية، والنبوة، وختمها بخاتم الأنبياء، وانقطاعها بعده، والبعث والجزاء، وعذاب القبر سمى ضروريا.........وقد علمت أن الكفر بالمعنى اللغوى، لا يقابل الإيمان .نعم، يقابله بالمعنى الشرعى .قال الواحدى :وهو كفر إنكار، وجحود، ومعاندة، ونفاق، فمن لقيه بشىء من ذلك لم يغفر له أما كفر الإنكار :فهو أن يكفر بقلبه، ولسانه، ولا يعتقد بالحق، ولا يقر به وأما كفر الجحود :فهو أن يعرف الحق بقلبه، ولا يقر بلسانه، ككفر إبليس، وهو قوله تعالى :(فلما جاء هم ما عرفوا كفروا به) (البقرة:٨٩) يعنى كفر الجحود وأما كفر المعاندة :فهو أن يعرف بقلبه، ويقر بلسانه، ولا يقبل ولا يتدين به.... وأما كفر النفاق، فبأن يقر بلسانه، ويكفر بقلبه.“(فيض البارى: (١/١٢٢،١٤٣،١٤٤، دارالكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: اکثر فقہاء اور متکلمین نے فرمایا ہے کہ ایمان ایسے مخصوص امور کی تصدیق کا نام ہے جن کا دین میں سے ہونا ضرورتاً ثابت ہو..... ضرورت سے مراد یہ ہے کہ اس چیز کا دین میں سے ہونا بغیر دلیل کے معلوم و معروف ہو اس طرح وہ چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر سے منقول ہو اور شہرت پا جائے، حتی کہ عوام تک پہنچ جائے اور ان میں سے اکثر کو اس کا علم ہو جائے، یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر عامی کو اس کا علم ہو، اگر چہ اسی کی عمومی تعلیم نہ دی جاتی ہو، لہذا اگر وہ اس مسئلہ سے دینی تعلیم میں بے رغبتی کی وجہ سے جاہل ہو لیکن اکثر لوگوں کو معلوم ہو تو ضروریاتِ دین میں سے ہے جیسے کہ وحدانیت، نبوت، اور نبوت کا خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہونا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا جاری نہ رہنا، اور قیامت کے دن اٹھنا اور جزاء وسزا اور عذاب قبر، یہ سب ضروریاتِ دین ہیں۔.........آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے کفر ایمان کے مقابلہ میں نہیں آتا البتہ شرعی معنیٰ کے اعتبار سے ایمان کے مقابل و مخالف ہے، واحدی نے کہا ہے وہ کفر انکار، جحود، عناد اور نفاق ہے جس میں بھی ان میں سے کوئی قسم کفر کی پائی

جائے اس کی بخشش نہیں ہوگی، کفر انکار یہ ہے کہ دل اور زبان دونوں سے انکار ہو، نہ تو حق بات کا دل سے اعتقاد ہو اور نہ ہی زبان سے اقرار، کفر جحود یہ ہے کہ دل سے حق بات کو جانتا ہو لیکن زبان سے اقرار نہ کرے جیسا کہ ابلیس کا کفر، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ترجمہ) کہ جب ان پاس آگئی وہ بات جسے انہوں نے پہچان لیا تو اس کا انکار کر دیا، یعنی کفر جحود کے مرتکب ٹھہرے، اور کفر عناد یہ ہے کہ دل سے حق کو جانتا ہو اور زبان سے اعتراف بھی کرے لیکن اسے قبول نہ کرے اور دین کے طور پر اپنائے نہ، اور کفر نفاق یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے انکار کرے۔

(۵) کفر زندقہ، زندقہ یہ ہے کہ ظاہراً اسلام کا اظہار کیا جائے لیکن ضروریاتِ دین میں سے کسی ضروری امر کی ایسی تشریح کی جائے جو قطعیات کے خلاف ہو یا کفریہ عقائد کو اسلام بنا کر پیش کرے۔ جیسے قادیانی، لاہوری، آغا خانی وغیرہ۔

شام کے عظیم عالم علامہ محمد بن امین شامی رحمہ اللہ (متوفی: ۱۲۵۲ھ) اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

"فإن الزنديق يموه كفره ويروج عقيدته الفاسدة ويخرجها في الصورة الصحيحة، وهذا معنى إبطان الكفر"

(ردالمحتار المعروف بہ فتاویٰ شامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، ۴/۲۴۲)

ترجمہ: زندیق اپنے کفر کو آراستہ کرتا اور اپنے غلط عقیدہ کی ترویج کرتا اور اسے صحیح صورت میں پیش کرتا ہے اس کے کفر چھپانے کا یہی مطلب ہے۔

محدث العصر مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"ثم أثبتنا في الفصول الآتية إجماع أهل الحل والعقد على أن :تأويل الضروريات وإخراجها عن صورة ما تواتر عليه، وكما جاء، وكما فهمه، وجرى عليه أهل التواتر، أنه كفر وذهبت الحنفية بعد هذا إلى أن إنكار الأمر القطعي وإن لم يبلغ إلى حد الضرورة كفر .صرح به الشيخ ابن الهمام في "المسايرة" وهو متجه من حيث الدليل..........وإن اعترف به ظاهراً لكنه يفسر بعض ما ثبت من الدين ضرورة بخلاف ما فسره الصحابة والتابعون وأجمعت عليه الأمة فهو الزنديق..........ثم التأويل تأويلان :تأويل لا يخالف قاطعاً من الكتاب والسنة واتفاق الأمة، وتأويل يصادم ما ثبت بالقاطع، فذلك الزندقة..........والكافر :اسم لمن لا إيمان له، فإن أظهر الإيمان فهو :المنافق، وإن طرأ كفره بعد الإيمان فهو :المرتد، وإن قال بإلهين أو أكثر فهو :المشرك، وإن كان متديناً ببعض الأديان والكتب المنسوخة فهو: الكتابي، وإن قال بقدم الدهر وإسناد الحوادث إليه هو :الدهري، وإن كان لا يثبت البارء فهو :المعطل، وإن كان مع اعترافه بنبوة النبي -صلى الله عليه وسلم- يبطن عقائد هي كفر بالاتفاق فهو :الزنديق." (اکفار الملحدین فی ضروریات الدین، ص ۷، ۴۴، ۷۱، المجلس العلمی، کراتشی)

ترجمہ: آنے والی فصلوں میں ہم نے اہل حل وعقد کا اس بات پر اجماع ثابت کیا ہے کہ: ضروریاتِ دین میں تاویل اور ان کو اس متواتر شکل جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور جیسے سمجھا اور جس اہل تواتر چلے ہیں اس مفہوم اور شکل سے نکالنا کفر ہے، حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ کسی قطعی حکم کا انکار کفر ہے گو وہ حکم ضروریات میں سے نہ ہو، ابن ہمام نے ''المسایرۃ'' میں اس کی صراحت کی ہے دلیل کے اعتبار سے یہی مضبوط بات ہے، اور اگر کوئی شخص دیکھنے میں تو ضروریاتِ دین کا اعتراف واقرار کرے مگر ضروریاتِ دین میں سے کسی ضروری حکم کی صحابہ کرام، تابعین عظام اور اجماعِ امت کے خلاف تفسیر و تشریح کرے تو وہ زندیق ہے، تاویل دو طرح کی ہے ایک وہ تاویل ہے جو کتاب وسنت اور اجماعِ امت کے کسی قطعی حکم کے مخالف نہ ہو اور دوسری وہ تاویل جو کسی قطعی شرعی حکم سے ٹکراتی ہو یہی زندقہ ہے۔ کافر کہتے ہیں جس کا ایمان نہ ہو، پھر اگر ایمان کا اظہار کرے تو منافق ہے اور اگر ایمان لانے کے بعد کفر صادر ہو تو مرتد ہے، اگر ایک سے زائد معبودوں کا قائل ہو تو مشرک ہے اور کسی دین اور منسوخ کتاب کا ماننے والا ہو تو کتابی ہے اور اگر زمانے کے قدوم اور حدوث کا قائل ہو تو دہریہ ہے اور اگر باری تعالیٰ کے قدیم ہونے کا قائل نہ ہو تو معطل ہے اور اگر حضرت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اعتراف کے ساتھ اپنے کفریہ عقائد کو چھپائے (یعنی ان کو اسلام بتلائے) تو زندیق ہے۔

مولانا بدرِ عالم میرٹھی فیض الباری کے حاشیہ پر ارقام فرماتے ہیں:

وقد يقال :إن المخالف للدين الحق، إن لم يعترف به ولم يذعن له ظاهرا ولا باطنا، فهو الكافر .وإن اعترف بلسانه، وقلبه على الكفر، فهو المنافق .وإن اعترف بـه ظاهرا وباطنا، لكنه يفسر بعض ما ثبت بالدين ضرورة =بخلاف ما فسره الصحابة والتابعون، وأجمعت عليه الأمة، فهو الزنديق، كما إذا اعترف :بأن القرآن حق، وما فيه من ذكر الجنة والنار حق، لكن المراد بالجنة الابتهاج الذى يحصل بسبب الملكات المحمودة، والمراد بالنار هى الندامة الى تحصل بسبب الملكات المذمومة، وليس فى الخارج جنة ولا نار، فهو الزنديق .أو قال :إن النبى -صلى الله عليه وسلم -خاتم النبوة، ولكن معنى هذا الكلام أنه لا يجوز أن يسمى بعده أحد بالنبى، فذلك هو الزنديق .وقد اتفق جماهير المتأخرين من الحنفية والشافعية على قتل من يجرى هذا المجرى، كذا فى "المسوى "مختصرا .ومن ههنا تبين وجه إكفار زنديق القاديان الذى ادعى النبوة.(البدر السارى الى فيض البارى، ١/١٤٤)

ترجمہ: دینِ حق کا منکر اور مخالف اگر تو نہ زبان سے اعتراف کرے اور نہ ظاہراً ایمان لائے نہ باطناً تو وہ کافر ہے اور اگر زبان سے اعتراف کرے اور دل میں کفر ہو تو منافق ہے اور ظاہراً بھی اعتراف کرے اور دل سے بھی لیکن ضروریاتِ دین میں سے کسی ضروری حکم کی صحابہ کرام، تابعین عظام اور اجماعِ امت کے خلاف تفسیر و تشریح کرے تو زندیق ہے، مثلاً یہ اقرار کرے کہ قرآن حق ہے اور اس میں مذکور جنت اور جہنم حق ہے لیکن جنت سے مراد وہ مسرت اور خوشی ہے جو عمدہ صلاحیتوں سے حاصل ہوتی ہے اور جہنم سے مراد وہ ندامت اور شرمندگی ہے جو برے اعمال اور صلاحیتوں سے حاصل ہوتی ہے لیکن جنت اور دوزخ کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے تو وہ زندیق ہے جمہور متاخرین احناف اور شوافع کا اتفاق ہے ایسے شخص کے قتل پر متفاق ہے مسویٰ میں یوں ہی ہے، اس سے قادیان کے مدعیٔ نبوت ملحد و زندیق کی تکفیر کی وجہ بھی واضح اور ثابت ہوگئی۔

وكفر الزندقة أشد من كفر الارتداد۔(منح الجليل شرح مختصر خليل، ٩/٩، دار الفكر،بيروت)

کفرِ زندقہ کفرِ ارتداد سے زیادہ سخت ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''جس طرح دین کے کسی حکمِ قطعی اور متواتر کا صریح انکار کفر ہے، اسی طرح قطعیات اور متواترات میں تاویل کرنا بھی کفر ہے، کیونکہ قطعی امور کی تاویل بھی انکار کے حکم میں ہے، مثلاً جس طرح نماز اور روزہ کا صریح انکار کفر ہے اسی طرح نماز اور روزہ میں ایسی تاویل کرنا جو امتِ محمدیہ کے اجماعی معنیٰ اور اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو وہ بھی کفر ہے اور اس قسم کے تاویلی کفر کو اصطلاحِ شریعت میں الحاد اور زندقہ کہتے ہیں''(احتسابِ قادیانیت، ج ۲،ص ۴۰۸، مجموعہ رسائل ردِّ قادیانیت،ص ۴۰۸، ط: عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت ملتان)

(٦) کفرِ ارتداد، کوئی مسلمان شخص خدانخواستہ کفریہ عقیدہ اختیار کرلے تو وہ مرتد کہلائے گا۔

علامہ علاء الدین حصکفی تحریر فرماتے ہیں:

باب المرتد هو لغة الراجع مطلقا وشرعا (الراجع عن دين الإسلام وركنها إجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الإيمان)(الدر المختار، کتاب الجہاد، باب المرتد،۴/۲۲۱،۲۲۳، ایچ ایم سعید، کراتشی)

یہ باب مرتد کے بیان میں ہے مرتد کا لغوی اطلاق لوٹنے والے شخص پر ہوتا ہے اور شرعی مفہوم یہ ہے کہ وہ شخص جو دینِ اسلام سے پھر جائے اور اس کا رکن ایمان کے بعد زبان پر کلمۂ کفر کو لانا ہے۔

احکام کفر

کفار کی کفر کی نوعیت کے اعتبار سے ان کے احکام بھی جدا جدا ہیں، بعضے احکام مشترک ہیں اور بعض خاص ہیں، کچھ احکام اخروی ہیں اور کچھ دنیوی۔

اخروی حکم

نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ کفار کا اخروی حکم جہنم کا دائمی عذاب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ .**(البقرۃ:۱۶۱،۱۶۲)**

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے، ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے، وہ ہمیشہ اسی پھٹکار میں رہیں گے نہ ان پر سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

نیز باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ. **(البینۃ:۶)**

بے شک اہل کتاب اور مشرکین میں سے جنہوں نے کفر اپنالیا ہے وہ جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ لوگ ساری مخلوق میں سب سے برے ہیں۔

دنیوی احکام

دنیوی عمومی احکام درج ذیل ہیں:

(۱) تبری من الکفر، یعنی کفر اور کفار سے براءت اور بیزاری، ان سے دوستانہ تعلق نہ رکھنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ(آل عمران:۲۹)

ترجمہ: مومن لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، الا یہ کہ تم ان (کے ظلم) سے بچنے کے لیے بچاؤ کا کوئی طریقہ اختیار کرو، اور اللہ تمہیں اپنے (عذاب) سے بچاتا ہے، اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یار و مددگار عربی لفظ ولی کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ ولی بنانے کو موالات بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد ایسی دوستی اور قلبی محبت کا تعلق ہے جس کے نتیجے میں دو آدمیوں کا مقصد زندگی اور ان کا نفع و نقصان ایک ہو جائے۔ اس قسم کا تعلق مسلمان کا صرف مسلمان ہی سے ہو سکتا

ہے اور کسی غیر مسلم سے ایسا تعلق رکھنا سخت گناہ ہے اور اس آیت میں اسے سختی سے منع کیا گیا ہے، یہی حکم سورۃ نساء (۱۳۹) سورۃ مائدہ (۵۱)، سورۃ توبہ (۲۳) سورۃ مجادلہ (۲۲) اور سورۃ ممتحنہ (۱۰) میں بھی دیا گیا ہے، البتہ جو غیر مسلم جنگ کی حالت میں نہ ہوں ان کے ساتھ حسن سلوک، رواداری اور خیر خواہی کا معاملہ نہ صرف جائز بلکہ مطلوب ہے، جیسا کے خود قرآن کریم نے سورۃ ممتحنہ (۸۰) میں واضح فرمادیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پوری حیات طیبہ میں یہ رہی ہے کہ آپ نے ہمیشہ ایسے لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ فرمایا، اسی طرح ان کے ساتھ سیاسی اور اقتصادی تعاون کے وہ معاہدہ اور تجارتی معاملات بھی کئے جاسکتے ہیں جن کو آج کل کی سیاسی اصطلاح میں دوستی کے معاہدے کہا جاتا ہے، بشرطیکہ یہ معاہدے یا معاملات اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کے خلاف نہ ہوں اور ان میں کسی خلاف شرع عمل کا ارتکاب لازم نہ آئے، چنانچہ خود آنحضرت ؟ نے اور آپ کے بعد صحابہ کرام نے ایسے معاہدات اور معاملات کیے ہیں، غیر مسلموں کے ساتھ موالات کی ممانعت کرنے کے بعد قرآن کریم نے جو فرمایا ہے کہ :الا یہ کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لئے بچاؤ کا کوئی طریقہ اختیار کرو، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کفار کے ظلم وتشدد سے بچاؤ کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا پڑے جس سے بظاہر موالات معلوم ہوتی ہو تو اس کی گنجائش ہے۔'' (آسان ترجمہ قرآن)

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

يَـا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ. (المائدۃ:۵۱)

اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار نہ بناؤ، یہ خود ہی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہی میں سے ہو گا یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حکم رب تعالیٰ ہے:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (الأنعام:۶۸)

ترجمہ: تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ۔ (هود:۱۱۳)

ترجمہ: اور ان ظالم لوگوں کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا، کبھی دوزخ کی آگ تمہیں بھی آپکڑے اور تمہیں اللہ کو چھوڑ کر کسی قسم کے دوست میسر نہ آئیں پھر تمہاری کوئی مدد بھی نہ کرے۔

(۲) کفار سے مناکحت حرام ہے۔

اہل کتاب جو واقعی اہل کتاب ہوں ان کی لڑکی سے مسلمان مرد کا نکاح اگرچہ فی نفسہ جائز ہے لیکن اولاً تو موجودہ دور میں نصرانی یا یہودی کہلوانے والے اکثر لوگ دہریہ ہیں اہل کتاب نہیں، ثانیاً اگر اہل کتاب ہوں تب بھی ان سے نکاح کی صورت میں خود شوہر یا اولاد کے عقائد اور دین کے بگڑنے کا اندیشہ ہے اس لیے بہر صورت ان سے نکاح ناجائز ہے۔

حق تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد مبارک فرماتے ہیں:

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔ **(البقرۃ:۲۲۱)**

ترجمہ: اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، اور البتہ ایمان والی باندی بہتر ہے مشرک عورت سے اگر چہ وہ تمہیں اچھی لگے، اور نہ نکاح کرو اپنی عورتوں کا مشرکین سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ البتہ ایمان والا غلام بہتر ہے مشرک سے اگر چہ وہ تمہیں اچھا لگے، یہ لوگ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف، اور اللہ بلاتا ہے جنت اور مغفرت کی طرف اپنے حکم سے، اور اللہ بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اپنی آیات تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

علامہ کاسانی ارقام فرماتے ہیں:

"ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر؛ لقوله تعالى :(ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا) (البقرة:۲۲۱) ولأن في إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر؛ لأن الزوج يدعوها إلى دينه، والنساء في العادات يتبعن الرجال فيما يؤثرون من الأفعال ويقلدونهم في الدين إليه وقعت الإشارة في آخر الآية بقوله عز وجل :(أولئك يدعون إلى النار) (البقرة:۲۲۱) لأنهم يدعون المؤمنات إلى الكفر، والدعاء إلى الكفر دعاء إلى النار؛ لأن الكفر يوجب النار، فكان نكاح الكافر المسلمة سببا داعيا إلى الحرام فكان حراما، والنص وإن ورد في المشركين لكن العلة، وهي الدعاء إلى النار يعم الكفرة، أجمع فيتعمم الحكم بعموم العلة فلا يجوز إنكاح المسلمة الكتابي كما لا يجوز إنكاحها الوثني والمجوسي؛ لأن الشرع قطع ولاية الكافرين عن المؤمنين بقوله تعالى :(ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا) (النساء:۱٤۱) فلو جاز إنكاح الكافر المؤمنة لثبت له عليها سبيل، وهذا لا يجوز."(بدائع الصنائع، كتاب النكاح،۲/۲۷۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: اور نکاح کی شرائط میں سے مرد کا مسلمان ہونا ہے جبکہ عورت مسلمان ہو، لہذا مؤمن عورت کا نکاح کافر مرد سے جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا، (اور نہ نکاح کرو اپنی عورتوں کا مشرکین سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں) نیز اس لیے بھی کہ مؤمنہ کا کافر سے نکاح کرنے میں مؤمنہ کے کفر میں پڑنے کا اندیشہ ہے کیونکہ شوہر اسے اپنے دین کی طرف بلائے گا، جبکہ خواتین عام طور پر مردوں کی اتباع کرتی ہیں اور دین میں ان کے پیچھے چلتی ہیں، آیت کے آخر میں اسی کی طرف اشارہ موجود ہے: أولئك يدعون إلى النار، (یہ جہنم کی طرف بلاتے ہیں) کیونکہ کافر شوہر مؤمن عورتوں کو کفر کی دعوت دیتے ہیں، اور کفر کی طرف بلانا جہنم کی طرف بلانا ہے، کیونکہ کفر جہنم میں جانے کا سبب ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ کافر سے مسلمان عورت کا نکاح کرنا حرام کام کا سبب اور داعی ہوگا لہذا یہ بھی حرام ہے، نص اگر چہ مشرکین کے بارے میں ہے لیکن اصل علت جہنم کی طرف بلانا ہے جو کہ تمام کفار کو شامل و عام ہے چونکہ علت عام ہے اس لیے حکم بھی عام ہوگا، اسی وجہ سے مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے بھی جائز نہیں ہوگا جیسا کہ مسلمان عورت کا نکاح بت پرست اور آتش پرست سے جائز نہیں، کیونکہ شریعت نے ایمان والوں سے کافروں کی ولایت کو قطع اور ختم کر دیا ہے، دلیل ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا (اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ایمان والوں پر کوئی سبیل اور ولایت نہیں دی)

محدث العصر علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"حمل كثير من أهل العلم المشركات على ما عدا الكتابيات فيجوز نكاح الكتابيات عنده لقوله تعالىٰ لم يكن الذين كفروا

من أهل الكتاب و المشركين منفكين و مايود الذين كفروا من أهل الكتاب و لا المشركين والعطف يقتضي المغايرة و أخرج ابن حميد عن قتادة المراد بالمشركات مشركات العرب التي ليس لهن كتاب...........ان طلحة بن عبيدالله تزوج يهودية من أهل الشام و روى عن حذيفة أنه تزوج يهودية و كتب اليه عمر: أن خل سبيلها فكتب اليه حذيفة أ حرام هي؟ فكتب اليه عمر: لا، ولكني أخاف أن تواقعوا المومسات منهن(وفي رواية أن تغاظوا المؤمنات من النساء)وروى عن جماعة من التابعين اباحة تزويج الكتابيات منهم الحسن و ابراهيم والشعبي ولانعلم عن أحد من الصحابة تحريم نكاحهن و ماروى عن ابن عمر فيه فلا دلالة فيه على أنه رآه محرما و انما فيه عنه الكراهة كما روى كراهة عمر لحذيفة الكتابيات ولو كان ذلك محرما عندالصحابة لظهر منهم نكير أو خلاف و في ذلك دليل على اتفاقهم على جوازه وقال ابن جرير رحمه الله بعد حكايته الاجماع على اباحة تزويج الكتابيات و انما كره عمر ذلك لئلا يزهد الناس في المسلمات أو لغير ذلك من المعاني۔"(احكام القرآن،۱/۴۰۱،۴۰۳، ط:ادارة القرآن كراتشي، ۱۴۳۳ھ)

ترجمہ: بہت سے اہل علم نے المشرکات (مشرک عورتوں) سے مراد کتابی عورتوں کے علاوہ مراد لی ہیں، پس کتابی عورتوں سے نکاح جائز ہوگا، اللہ تعالیٰ کے فرمان: لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین و ما یود الذین کفروا من اہل الکتاب ولا المشرکین، کی وجہ سے، اور عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے، حضرت قتادہ سے منقول ہے کہ مشرکات سے مراد عرب کی مشرکات ہیں جو کہ کتابی نہیں تھیں۔.........طلحہ بن عبیداللہ نے شام کی ایک یہودی عورت سے نکاح کرلیا، اسی طرح حضرت حذیفہ سے متعلق بھی مروی ہے کہ انہوں نے ایک یہودی عورت سے شادی کرلی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ ان کا راستہ چھوڑ دوں تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں جواباً لکھا کہ کیا وہ حرام ہیں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ سادہ لوح مؤمن عورتیں ان سے متاثر ہوجائیں۔تابعین کی ایک جماعت سے کتابی عورتوں سے نکاح کا جواز منقول ہے ان میں سے حضرت حسن، ابراہیم، صحابہ میں سے کسی صحابی سے ان سے نکاح کی حرمت منقول ہو ہمارے علم میں نہیں ہے، جو کچھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں ہے کہ وہ اس کو حرام سمجھتے ہیں بلکہ اس میں ان سے کراہت کا فرمان معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عمر حضرت رضی اللہ عنہ کا حضرت حذیفہ کا کتابیہ سے نکاح کرنے کو مکروہ سمجھنا مروی ہے، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ حرام ہوتا تو ان سے نکیر یا مخالفت ظاہر ہوتی، اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ اس کے جواز پر صحابہ کرام متفق ہیں ابن جریر نے کتابی عورتوں سے نکاح کے جواز پر اجماع نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے مکروہ اور ناپسندیدہ سمجھتے تھے تاکہ لوگ مسلمان عورتوں میں رغبت کریں یا اس کے علاوہ دیگر مقاصد مطلوب تھے۔

وقال ایضاً (تحت العنوان: یکرہ نکاح الکتابیات والاماء، ۲/۲۳۳)

"وثالثاً: بأنا لوسلمنا افادة المفهوم نفي الاباحة فنفي الاباحة لايستلزم ثبوت الحرمة بل قد يكون في ضمن الكراهة و نحن نقول بالكراهة كما صرح به في البدائع و وجه الكراهة في نكاح الكتابية أمةً كانت أو حرةً استلزامه موالاة الكفار و قد نهينا عنه قال الله تعالى: لاتتخذوا اليهود والنصارى أولياء، والنكاح من أعلى مراتب الموالاة قال النبي صلى الله عليه وسلم :لم تر للمتحابين مثل النكاح، وقال: لاتتولوا قوماً غضب الله عليهم و قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تنكح المرأة لأربع: لمالها و جمالها و حسبها و دينها فاظفر بذات الدين تربت يداك، متفق عليه من حديث ابي هريرة۔"

اور تیسری بات یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ مفہوم اباحت کی نفی کا فائدہ دے رہا ہے یہ حرمت کے ثبوت کو مستلزم نہیں ہے بلکہ کبھی کراہت کے ضمن میں ہوتا ہے اور ہم کراہت کے قائل ہیں جیسا کہ بدائع میں تصریح ہے، کتابی عورت سے نکاح کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ کافر سے موالات (دوستانہ تعلق) کو مستلزم ہے، حالانکہ ہمیں کافروں سے دوستانہ تعلقات رکھنے سے روکا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: لاتتخذوا الیہود والنصاری

أولیاء، یہودیوں اور نصرانیوں کو دوست اور مددگار نہ بناؤ) اور نکاح موالات کا اعلیٰ درجہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی کوئی چیز نہیں ہے، اور آپ نے ارشاد فرمایا: ایسی قوم کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ عورت سے چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال، اور اس کے جمال اور اس کے خاندان اور اس کے دین کی وجہ سے، تیرا بھلا ہو! پس تو دین دار کو اختیار کر۔

فرمانِ الٰہی ہے:

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ۔ (المائدۃ:۵)

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ان کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور پاک دامن عورتیں جو مسلمان ہیں اور وہ پاک دامن عورتیں جو ان لوگوں میں سے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبۃ میں ہے:

"عن عبید الله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر أنه كان يكره نكاح نساء أهل الكتاب ولا يرى بطعامهن بأسا." (رقم الحديث:١٦٤١٩)

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن عمر حضرت نافع سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اہل کتاب عورتوں سے نکاح کو مکروہ سمجھتے تھے اور ان عورتوں کا بنا ہوا کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

مفسر حنفی قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وقد انعقد الإجماع على حل نكاح الحرة الكتابية وانما الخلاف فى الامة الكتابية كما ذكرنا فى سورة النساء لكنه يكره نكاح الكتابية مطلقا اجماعا لاستلزام النكاح مصاحبة الكافرة وموالاتها وتعريض الولد على التخلق بأخلاق الكفار لاجل مصاحبة الام وموانستها قال ابن همام نكح حذيفة وطلحة وكعب بن مالك كتابيات فغضب عمر رضى الله عنه فقالوا انطلق يا امير المؤمنين وهذه القصة تدل على جواز النكاح حتى يترتب عليه الطلاق وعلى كراهته-(التفسير المظهرى المائدة:٥،٣/٤١)

ترجمہ: آزاد کتابی عورت سے نکاح کی حلت وجواز پر اجماع منعقد ہوا ہے، اختلاف کتابیہ باندی سے نکاح میں ہے جیسا کہ ہم نے سورۂ نساء میں ذکر کیا ہے، لیکن کتابیہ سے مطلقاً (آزاد ہو یا باندی) نکاح مکروہ ہے کیونکہ نکاح کی وجہ سے کافرہ خاتون کی مصاحبت وہم نشینی اور دوستانہ تعلق لازم آتا ہے اور اولاد کو کافروں کی عادات واخلاق اپنانے کے لیے پیش کرنا ہے کیونکہ اولاد ماں کے ساتھ رہتی ہے اور ماں سے مانوس ہوتی ہے، ابن ہمام کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ، حضرت طلحہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم کتابی خواتین سے نکاح کرلیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر غضبناک ہوئے، تو انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین کیا ہم طلاق دے دیں؟ یہ واقعہ کتابیہ سے نکاح کے جواز پر دلالت کرتا ہے یہی وجہ ہے اس پر طلاق مرتب ہو رہی ہے بایں ہمہ اس کے مکروہ ہونے کی بھی دلیل ہے۔

فقیہ العصر مولانا مفتی سید عبد الشکور الترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لكنه يكره نكاح الكتابية مطلقاً اجماعاً لاستلزام النكاح مصاحبة الكافرة و موالاتها و تعريض الولد على التخلق بأخلاق الكفار لأجل مصاحبة الأم و موانستها فان الحياة الزوجية تدعو الى المحبة و ربما قويت المحبة فصارت سبباً الى ميل الزوج الى

دینها و الاولاد یمیلون الی امهم أکثر فربما کان هذا سبباً فی تأثرهم بدین النصرانیة أو الیهودیة فیکون هذا الزواج خطراً علی الأولاد فاذا کان ثمه خشیة من الفتنة علی الزوج أو الأولاد فیکون الزواج قطعاً محرّماً و أما اذا لم یکن هناك خطر أو کان هناك طمع فی اسلامها فلاوجه للقول بالتحریم۔"(احکام القرآن للتھانوی،۶/۲۷۸، ادارۃ اشرف التحقیق، لاھور)

ترجمہ: کتابیہ سے مطلقاً (آزاد ہو یا باندی) نکاح مکروہ ہے کیونکہ نکاح کی وجہ سے کافرہ خاتون کی مصاحبت وہم نشینی اور دوستانہ تعلق لازم آتا ہے، اور اولاد کو کافروں کی عادات واخلاق اپنانے کے لیے پیش کرنا ہے کیونکہ اولاد ماں کے ساتھ رہتی ہے اور ماں سے مانوس ہوتی ہے، کیونکہ ازدواجی زندگی محبت کی داعی ہوتی ہے اور یہ محبت اتنی مضبوط اور قوی ہوسکتی ہے کہ جو شوہر کے بیوی کے دین کی طرف مائل ہونے کا سبب ہو، اور اولاد بھی ماں کی جانب زیادہ میلان رکھتی ہے تو ہوسکتا ہے کہ یہ اولاد کے نصرانی ماں یا یہودی کا دین اختیار کرنے کا باعث اور سبب بن جائے، لہٰذا یہ رشتہ اولاد کے لیے خطرناک ہوگا ، اس لیے جہاں شوہر یا اولاد کے حوالے سے فتنے کا یہ اندیشہ موجود ہو تو کتابیہ عورت سے نکاح کرنا قطعاً حرام ہوگا اور اگر ایسا کوئی خطرہ اور اندیشہ نہ ہو یا یہ ہے کہ عورت کے اسلام لانے کی امید ہو تو حرمت کا قول اختیار کرنے کی کوئی وجہ اور دلیل نہیں ہے۔

فقیہ العصر مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"و منها أن یکون مسلماً أو کتابیاً فلاتؤکل ذبیحة أهل الشرك والمجوسی والوثنی و ذبیحة المرتد............ ولایدخل فی الیهود والنصاریٰ الدهریُ الذی ینکر الله و رسوله والیومَ الآخِر ولایدین بدین عیسوی أو یهودی لأن علیاً رضی الله عنه نهی عن أکل ذبائح النصاریٰ بنی تغلب بناءً علی أنهم لم یتمسکوا من النصرانیة بشیٔ الا بشربهم الخمر والدهر الذی لایقول بوجود الله تعالیٰ ولایعتقد بدین الله کما هو غالب حال الیهودی والنصاریٰ فی زماننا فکیف یحل لنا ذبائحهم فانهم لیسوا بأهل الکتاب فی الحقیقة۔(بیان شرائط رکن الذکوۃ،۶/۱۶۰، ۱۶۴)

ترجمہ: ذبیحہ کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان یا اہل کتاب ہو، مشرک، آتش پرست، بت پرست اور مرتد کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا، تاہم یہود ونصاریٰ میں وہ دہریے داخل نہیں ہیں جو اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے منکر ہیں اور کسی دین (یہودیت، نصرانیت) کے قائل نہیں ہیں اسی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے نصاریٰ کا ذبیحہ کھانے سے منع فرمایا، اس کی بنیاد یہی ہے کہ وہ نصرانیت میں سوائے شراب پینے کے کسی چیز کو لیے ہوئے نہیں تھے، دہریہ وہ ہے جو وجودِ باری تعالیٰ کا قائل نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے دین کا اعتقاد نہ رکھتا ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ کے اکثر یہود ونصاریٰ کا یہی حال ہے تو ان کا ذبیحہ کیسے حلال ہوسکتا ہے؟ کیونکہ حقیقت میں یہ اہل کتاب نہیں ہیں۔

علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

"ومنها أن لا تکون المرأة مشرکة إذا کان الرجل مسلما، فلا یجوز للمسلم أن ینکح المشرکة؛ لقوله تعالی :(ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن) (البقرة:۲۲۱) ، ویجوز أن ینکح الکتابیة؛ لقوله عز وجل :(والمحصنات من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم) (المائدة:۵) والفرق أن الأصل أن لا یجوز للمسلم أن ینکح الکافرة؛ لأن ازدواج الکافرة والمخالطة معها مع قیام العداوة الدینیة لا یحصل السکن والمودة الذی هو قوام مقاصد النکاح إلا أنه جوز نکاح الکتابیة؛ لرجاء إسلامها"(بدائع الصنائع، کتاب النکاح، ۲/۲۷۰، دارالکتب العلمیة، بیروت)

"نکاح کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ اگر مرد مسلمان ہو تو عورت مشرک نہ ہو، پس مسلم کے لیے مشرک عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن (اور مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لائیں ان سے نکاح نہ کرو) البتہ کتابی

عورت سے نکاح کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: والمحصنات من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم (اور وہ پاک دامن عورتیں جو ان لوگوں میں سے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہیں)

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''اور جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک اگرچہ از روئے قرآن اہل کتاب کی عورتوں سے فی نفسہ نکاح حلال ہے لیکن ان سے نکاح کرنے پر جو دوسرے مفاسد اور خرابیاں اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے بلکہ پوری امت اسلامیہ کے لئے ازروئے تجربہ لازمی طور سے پیدا ہوں گی ان کی بناء پر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو وہ بھی مکروہ سمجھتے تھے .... تو وہ لوگ جو آج اپنے نام کے ساتھ مردم شماری کے رجسٹروں میں یہودی یا نصرانی لکھواتے ہیں ان میں بہت سے وہ لوگ ہیں جو اپنے عقیدہ کی رو سے یہودیت ونصرانیت کو ایک لعنت سمجھتے ہیں۔ نہ ان کا تورات وانجیل پر عقیدہ ہے نہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر۔ وہ عقیدہ کے اعتبار سے بالکل لا مذہب اور دہریئے ہیں، محض قومی یا رسمی طور پر اپنے آپ کو یہودی اور نصرانی کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی عورتیں مسلمان کے لئے کسی طرح حلال نہیں اور بالفرض اگر وہ اپنے مذہب کے پابند بھی ہوں تو ان کو کسی مسلمان گھرانہ میں جگہ دینا اپنے پورے خاندان کے لئے دینی اور دنیوی تباہی کو دعوت دینا ہے، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو سازشیں اس راہ سے اس آخری دور میں ہوئیں اور ہوتی رہتی ہیں، جن کے عبرت نامے روز آنکھوں کے سامنے آتے ہیں کہ ایک لڑکی نے پوری مسلم قوم اور سلطنت کو تباہ کر دیا۔ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ حلال وحرام سے قطع نظر بھی کوئی ذی ہوش انسان اس کے قریب جانے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا، الغرض قرآن وسنت اور اسوۂ صحابہ کی رو سے مسلمانوں پر لازم ہے کہ آج کل کی کتابی عورتوں کو نکاح میں لانے سے کلی پرہیز کریں۔'' (معارف القرآن مع آسان ترجمہ قرآن، مائدہ، آیت: ۵، ج ۳، ص ۶۹ تا ۷۱)

(۳) کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

کاسانی لکھتے ہیں:

ولا ولاية للمرتد على أحد لا على مسلم ولا على كافر ولا على مرتد مثله؛ لأنه لا يرث أحدا ولأنه لا ولاية له على نفسه حتى لا يجوز نكاحه أحدا لا مسلما ولا كافرا ولا مرتدا مثله فلا يكون له ولاية على غيره .ولا ولاية للكافر على المسلم؛ لأنه لا ميراث بينهما، قال النبي -صلى الله عليه وسلم -لا يتوارث أهل ملتين شيئا ولأن الكافر ليس من أهل الولاية على المسلم لأن الشرع قطع ولاية الكافر على المسلمين قال الله تعالى :(ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا) (النساء :١٤١) وقال -صلى الله عليه وسلم -الإسلام يعلو ولا يعلى ولأن إثبات الولاية للكافر على المسلم تشعر بإذلال المسلم من جهة الكافر وهذا لا يجوز ولهذا صينت المسلمة عن نكاح الكافر ـ(بدائع الصنائع، ٢/٢٣٩)

ترجمہ: مرتد کو کسی قسم کی ولایت حاصل نہیں ہے نہ کسی مسلمان پر اور نہ کافر پر اور نہ ہی اپنے جیسے کسی مرتد پر، کیونکہ اسے خود پر بھی ولایت حاصل نہیں ہے حتی کہ اس کا کسی سے بھی نکاح جائز نہیں ہے نہ مسلمان سے، نہ کافر سے، اور نہ ہی اپنے جیسے کسی مرتد سے لہذا اسے کسی اور پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہوگی۔ اور کافر کو مسلمان پر ولایت حاصل نہیں ہے کیونکہ ان میں باہم میراث جاری نہیں ہوتی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو ملتوں کے لوگ ایک دوسرے کے کسی چیز کے وارث نہیں ہوتے۔ کافر ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کو مسلمان پر ولایت حاصل ہوتی ہے اس لیے کہ شریعت نے کافر پر مسلمان کی ولایت کو ختم کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا) (النساء :١٤١) (اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ایمان والوں پر کوئی سبیل نہیں دی) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام غالب رہے گا اور مغلوب نہیں ہوگا، اور کافر کی مؤمن پر ولایت ثابت کرنے میں کافر کی جانب سے مسلمان کی تذلیل ہے اور یہ جائز نہیں ہے یہی وجہ ہے مسلمان عورت کو کافر سے نکاح سے بچایا گیا ہے۔

(۴) کافر کے لیے دعائے مغفرت کرنا جائز نہیں۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوٓا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوٓا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَٰبُ الْجَحِيمِ۔ (التوبة:۱۱۳)

ترجمہ: نبی کو اور دوسرے مسلمانوں کو یہ جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں اگر چہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس بات کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

(۵) کافر کی نمازِ جنازہ پڑھنا اور ایصالِ ثواب و دعائے مغفرت کے لیے قبر پر جانا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُم مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ۔(التوبة:۸۴)

اوران میں سے جو کوئی شخص مرجائے تو آپ اس پر کبھی نماز نہ پڑھیں، اوراس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں، بیشک ان لوگوں نے اللہ اوراس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ اس حال میں مرگئے کہ نافرمان تھے۔

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۳ بھی اس کی دلیل ہے۔

(٦) کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں۔

"اتفق الفقهاء على أنه يحرم دفن مسلم فى مقبرة الكفار وعكسه إلا لضرورة........أما المرتد فقد ذكر الإسنوى نقلا عن الماوردى أنه لا يدفن فى مقابر المسلمين لخروجه بالردة عنهم، ولا فى مقابر المشركين"(الموسوعة الفقهية الكويتية،۲۱/۱۹)

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمان کو کافروں کے قبرستان میں اور کافروں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ کوئی ضرورت ہو.........مرتد سے متعلق اسنوی نے ماوردی سے نقل کیا ہے کہ اسے نہ تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا کیونکہ ارتداد اختیار کر کے وہ ان سے نکل گیا ہے اور نہ ہی مشرکین کے قبرستان میں۔

(٦) مسلمان کے جنازے میں کافر کو شرکت کی اجازت نہیں، کیونکہ یہ وقت رحمت کا ہے اور کفر سے لعنت آتی ہے۔

(۷) کافر کا ذبیحہ مسلمان کے لیے حلال نہیں۔

موجودہ دور کے جو نصاریٰ اور یہود دہریہ ہیں، ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''آج کل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں۔ نہ تورات وانجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں اور نہ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا نبی و پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ شخص مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہو سکتے۔'' (معارف القرآن مع آسان ترجمہ قرآن، مائدہ، آیت:۵، ج۳، ص۵٦)

فقیہ العصر مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"و منها أن يكون مسلماً أو كتابياً فلاتؤ كل ذبيحة أهل الشرك والمجوسى والوثنى و ذبيحة المرتد........... ولايدخل

فی الیھود والنصاریٰ الدھریُ الذی ینکر اللہ و رسولہ والیومَ الآخِر ولایدین بدین عیسوی أو یھودی لأن علیاً رضی اللہ عنہ نھی عن أکل ذبائح النصاریٰ بنی تغلب بناءً علی أنھم لم یتمسکوا من النصرانیۃ بشئ الا بشربھم الخمر والدھر الذی لایقول بوجود اللہ تعالیٰ ولایعتقد بدین اللہ کما ھو غالب حال الیھودی والنصاریٰ فی زماننا فکیف یحل لنا ذبائحھم فانھم لیسوا بأھل الکتاب فی الحقیقۃ۔(بیان شرائط رکن الذکوۃ،٦/ ١٦٠، ١٦٤)

ترجمہ: ذبیحہ کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان یا اہل کتاب ہو، مشرک، آتش پرست، بت پرست اور مرتد کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا، تاہم یہود ونصاریٰ میں وہ دہریے داخل نہیں ہیں جو اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے منکر ہیں اور کسی دین (یہودیت، نصرانیت) کے قائل نہیں ہیں اسی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے نصاریٰ کا ذبیحہ کھانے سے منع فرمایا، اس کی بنیاد یہی ہے کہ وہ نصرانیت میں سوائے شراب پینے کے کسی چیز کو لیے ہوئے نہیں تھے، دہریہ وہ ہے جو وجودِ باری تعالیٰ کا قائل نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے دین کا اعتقاد نہ رکھتا ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ کے اکثر یہود ونصاریٰ کا یہی حال ہے تو ان کا ذبیحہ کیسے حلال ہوسکتا ہے؟ کیونکہ حقیقت میں یہ اہل کتاب نہیں ہیں۔

(۸) جو کافر دارالاسلام میں مسلمانوں کی رعایا ہو ان کو فوج میں بھرتی کر کے جہاد میں ساتھ لے جانا جائز نہیں، کہ کہیں سازش کر کے دارالحرب کے کافروں سے جاملیں۔

(۹) جو کافر اسلامی حکومت میں رہتے ہوں ان سے جزیہ (ٹیکس) وصول کیا جائے۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ۔(التوبۃ:٢٩)

ترجمہ: ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ نے اور ان کے رسول نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں سمجھتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کتاب دی گئی، ان سے یہاں تک جنگ کرو کہ وہ ماتحت ہو کر ذلت کی حالت میں اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

(۱۰) کسی کافر کو کوئی کلیدی عہدہ دینا جائز نہیں ہے اور نہ ہی کافروں سے سیاسی اور مملکتی امور میں مشورہ لینا جائز ہے۔

(۱۱) کسی کافر کو سلام کرنا جائز نہیں۔

عن ابی ھریرۃ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :لَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ، وَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فِي الطَّرِيقِ فَاضْطَرُّوهُمْ إِلَى أَضْيَقِ الطَّرِيقِ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:٥٢٠٥)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافروں کو سلام میں پہل نہ کرو، اور جب راستے میں ان سے ملو تو انہیں راستے کے تنگ حصے کی طرف مجبور کرو۔

مذکورہ بالا احکام تمام کفار کے لیے ہیں اس میں کسی کافر کا استثناء نہیں ہے، البتہ منافق جس کا کفر ظاہر نہ ہو اس کے کفر کا علم نہ ہونے کی وجہ سے معاملہ مسلمانوں والا کیا جائے گا، ان کے علاوہ بعض احکام، کفر کی کچھ اقسام کے ساتھ خاص ہیں۔

مرتد اور زندیق کا حکم

کفر کی سب سے اشد ترین صورت ارتداد اور زندقہ ہے، ذیل میں مرتد اور زندیق کے احکام درج کیے جاتے ہیں:

(۱) مرتد اور زندیق دونوں واجب القتل ہیں، البتہ اتنا فرق ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جائے گی، واضح رہے کہ زندیق کی توبہ بعض اہل علم کے نزدیک قبول کی جاتی ہے اور بعض کے نزدیک قبول نہیں کی جاتی، حنفیہ کا راجح اور مفتیٰ بہ مذہب یہ ہے کہ ایسا زندیق جو دوسروں کو بھی زندقہ اور بے دینی کی طرف دعوت دیتا ہو قضاءً اس کی توبہ قبول نہ ہوگی یعنی اگر توبہ سے پہلے گرفتار ہو جائے تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور توبہ قبول نہ ہوگی اور اگر گرفتار ہونے سے پہلے خود توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہوگی اور سزا معاف ہو جائے گی اور اگر زندقہ والحاد کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی جیسا کہ علامہ شامی اور قاضی خان وغیرہ نے اس کی وضاحت کی ہے۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: كُفْرٌ بَعْدَ إِيمَانٍ، أَوْ زِنًى بَعْدَ إِحْصَانٍ أَوْ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ (معرفة السنن والآثار، رقم: ۱۴۵۴۶، للبيهقي (المتوفىٰ: ۴۵۸ھ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا خون حلال نہیں ہے سوائے تین صورتوں کے ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا، شادی شدہ ہونے زنا کا مرتکب ہونا یا ناحق طور پر کسی شخص کو قتل کرنا۔

عن ابن عمر قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: سيكون في هذه الأمة مسخ، ألا وذاك في المكذبين بالقدر والزنديقية. (مسند أحمد، ۱۰/ ۱۰۸، رقم الحديث ۵۸۶۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب اس امت میں مسخ ہوگا، خبردار! یہ تقدیر کو جھٹلانے والوں اور زنادقہ میں ہوگا۔

مسند احمد ہی میں ہے:

"عن عكرمة أن عليا رضي الله عنه، أتى بقوم من هؤلاء الزنادقة ومعهم كتب، فأمر بنار فأججت، ثم أحرقهم وكتبهم، -قال عكرمة-: فبلغ ذلك ابن عباس فقال: لو كنت أنا لم أحرقهم لنهي رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولقتلتهم لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم": من بدل دينه فاقتلوه وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم": لا تعذبوا بعذاب الله عز وجل "(۴/ ۳۳۶، رقم الحديث ۲۵۵۲)

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس زندیقوں کی ایک جماعت لائی گئی جن کے پاس کچھ کتب بھی تھیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آگ جلانے کا حکم ارشاد فرمایا چنانچہ آگ بھڑکائی گئی، پھر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو اور ان کی کتب کو جلا دیا، عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچی، تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کی وجہ سے میں ان کو نہ جلاتا بلکہ ان کو قتل کرتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اپنا دین تبدیل کرلے اس کو قتل کر دو، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دو۔

دیارِ شام کے عظیم حنفی فقیہ اور مفتی علامہ محمد امین ابن عابدین رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قال المقدسي: فلو كانت ممن يجب قتلها كالساحرة والزنديقة ينبغي أن تلحق بالمرتد (رد المحتار، ۴/ ۲۵۴)

ترجمہ: مقدسی فرماتے ہیں کہ اگر عورت ایسی ہو کہ جس کا قتل واجب ہو جیسا کہ سحر کرنے والے عورت اور زندیق عورت تو اس کو مرتد کے ساتھ ملایا جائے گا (یعنی اس کا حکم وہی ہوگا جو مرتد کا ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ زندیق عورت بھی واجب القتل ہے جبکہ مرتدہ جو کہ زندیقہ نہ ہو واجب الحبس ہے یعنی جب تک توبہ کر کے اسلام قبول نہ کر لے حکومتِ اسلامیہ اس کو قید رکھے گی۔

یہی بات حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے احسن الفتاویٰ میں لکھی ہے۔

علامہ شامی مزید فرماتے ہیں:

(تنبیه)قال فی الفتح قالوا لو جاء زندیق قبل أن یؤخذ فأخبر بأنه زندیق و تاب تقبل توبته، فإن أخذ ثم تاب لا تقبل توبته و یقتل لأنهم باطنیة یعتقدون فی الباطن خلاف ذلك فیقتل ولا تؤخذ منه الجزیة .اهـ .وسیأتی فی باب المرتد أن هذا التفصیل هو المفتی به۔(رد المحتار ، کتاب الجهاد، فصل فی الجزیة، مطلب الزندیق إذا أخذ قبل التوبة یقتل ولا تؤخذ منه الجزیة ، ٤/١٩٩، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں فرمایا ہے کہ فقہاء کہتے ہیں کہ اگر زندیق گرفتاری سے پہلے آجائے اور معلوم ہو کہ یہ زندیق اور اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ مقبول ہوگی لیکن اگر گرفتار ہو گیا پھر توبہ کی تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی بلکہ اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ یہ باطنیہ ہیں باطنی طور پر خلافِ اسلام عقائد رکھتے ہیں لہذا اسے قتل کیا جائے اور اس سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا، مرتد کے باب میں یہ بات آرہی ہے کہ یہی تفصیل مفتیٰ بہ ہے۔

صاحبِ درمختار علاء الدین محمد بن علی حصکفی (المتوفی: ۱۰۰۸ء) ارقام فرماتے ہیں:

"(و) کذا الکافر بسبب (الزندقة) لا توبة له، وجعله فی الفتح ظاهر المذهب، لکن فی حظر الخانیة الفتوی علی أنه (إذا أخذ) الساحر أو الزندیق المعروف الداعی (قبل توبته) ثم تاب لم تقبل توبته ویقتل، ولو أخذ بعدها قبلت .(الدر المختار مع رد المحتار ، کتاب الجهاد، باب المرتد، ٤/٢٤٢)

ترجمہ: اور ایسے ہی زندقہ اختیار کرنے والے کافر کی توبہ قبول نہیں ہوگی فتح القدیر میں ظاہرِ مذہب اسی کو بنایا ہے لیکن خانیہ کے کتاب الحظر میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ ساحر یا داعی زندیق اگر توبہ سے قبل پکڑا جائے تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اسے قتل کر دیا جائے گا اور اگر توبہ کے بعد گرفتار ہو تو توبہ مقبول ہوگی۔

نیز تحریر کرتے ہیں:

(قوله و کذا الکافر بسبب الزندقة) قال العلامة ابن کمال باشا فی رسالته :الزندیق فی لسان العرب یطلق علی من ینفی الباری تعالی، وعلی من یثبت الشریك، وعلی من ینکر حکمته .والفرق بینه وبین المرتد العموم الوجهی لأنه قد لا یکون مرتدا، کما لو کان زندیقا أصلیا غیر منتقل عن دین الإسلام، والمرتد قد لا یکون زندیقا کما لو تنصر أو تهود، وقد یکون مسلما فیتزندق .وأما فی اصطلاح الشرع، فالفرق أظهر لاعتبارهم فیه إبطان الکفر والاعتراف بنبوة نبینا -صلی الله علیه وسلم -علی ما فی شرح المقاصد، .... ثم بین حکم الزندیق فقال : اعلم أنه لا یخلو، إما أن یکون معروفا داعیا إلی الضلال أو لا .والثانی ما ذکره صاحب الهدایة فی التجنیس من أنه علی ثلاثة أوجه :إما أن یکون زندیقا من الأصل علی الشرك، أو یکون مسلما فیتزندق، أو یکون ذمیا فیتزندق، فالأول یترك علی شرکه إن کان من العجم، أی بخلاف مشرك العرب فإنه لا یترك .والثانی یقتل إن لم یسلم لأنه مرتد .وفی الثالث

يترك على حاله لأن الكفر ملة واحدة اهـ والأول أي المعروف الداعي لا يخلو من أن يتوب بالاختيار ويرجع عما فيه قبل أن يؤخذ أولا، والثاني يقتل دون الأول۔(كتاب الجهاد، باب المرتد،مطلب في الفرق بين الزنديق والمنافق والدهري والملحد، ٤/٢٤١)

ترجمہ: صاحب درِمختار کا قول: وکذا الکافر بسب الزندقة......ابن کمال پاشا نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ زندیق کا اطلاق لغتِ عرب میں باری تعالیٰ کے منکر پر ہوتا ہے اور اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کا شریک ثابت کرے اور اس شخص پر جو باری تعالیٰ کی حکمت کا انکار ہو، زندیق اور مرتد میں نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے کیونکہ زندیق کبھی مرتد نہیں ہوتا جیسا کہ اگر کوئی زندیق اصلی ہو دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف نہ آیا ہو اور مرتد کبھی زندیق نہیں ہوتا جیسا کہ اگر وہ نصرانی یا یہودی ہو جائے اور کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی پہلے مسلمان ہوتا ہے اور پھر زندیق بن جاتا ہے، بہرحال اصطلاح شریعت میں فرق بہت ظاہر اور واضح ہے کیونکہ زنادقہ میں کفر کو چھپانے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اعتراف واقرار کا اعتبار ہے جیسا کہ شرح المقاصد میں ہے۔ بعد ازاں زندیق کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ زندیق گمراہی کی طرف داعی ہوگا یا نہیں، دوسری بات وہ ہے جو صاحبِ ہدایہ نے تجنیس میں ذکر فرمائی ہے کہ زندیق کی تین قسمیں ہیں، یا تو زندیق ابتداء سے ہی شرک پر ہوگا یا مسلمان ہو اور پھر زندیق ہو جائے یا ذمی ہو پھر زندیق ہو جائے پہلا اگر عجمی ہو تو اسے اس کے شرک پر چھوڑ دیا جائے اور اگر عرب کے مشرکین میں سے ہو تو اسے نہیں چھوڑا جائے گا۔

شام کے عظیم عالم علامہ محمد بن امین شامی رحمہ اللہ (متوفی: ۱۲۵۲ھ) اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

"(قوله المعروف) أي بالزندقة الداعي أي الذي يدعو الناس إلى زندقته .اهـ .ح .فإن قلت :كيف يكون معروفا داعيا إلى الضلال، وقد اعتبر في مفهومه الشرعي أن يبطن الكفر .قلت :لا بعد فيه، فإن الزنديق يموه كفره ويروج عقيدته الفاسدة ويخرجها في الصورة الصحيحة، وهذا معنى إبطان الكفر، فلا ينافي إظهاره الدعوى إلى الضلال وكونه معروفا بالإضلال اهـ."((ردالمحتار المعروف به فتاویٰ شامی، کتاب الجهاد، باب المرتد، ٤/٢٤٢)

ترجمہ: جو زندقہ میں معروف ہو یعنی داعی ہو اپنے زندقہ اور گمراہی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہو، اگر آپ یہ سوال کریں کہ معروف اور گمراہی کا داعی کیسے ہوگا حالانکہ زندیق کے شرعی مفہوم میں اس بات کا اعتبار کیا گیا ہے کہ وہ کفر کو چھپاتا ہو تو جواباً گزارش یہ ہے کہ اس میں کوئی بعید بات نہیں ہے کیونکہ زندیق اپنے کفر کو آراستہ پیراستہ کرتا ہے اپنے باطل اور غلط عقیدہ کی ترویج واشاعت کرتا اور اسے صحیح صورت میں پیش کرتا ہے اس کے کفر چھپانے کا یہی مفہوم ہے لہٰذا اس کے دعوتِ ضلال کے اظہار اور گمراہ کرنے میں معروف ومشہور ہونے کے یہ بات منافی نہیں ہے۔

حنفی مفسر شہاب الدین خفاجی ارقام فرماتے ہیں:

"وحكم الزنديق على المختار المفتي به بعد الاختلاف في قبول توبته بعد الأخذ عند الشافعية والحنفية أنه إن كان معروفا بذلك داعيا إليه، فإن تاب قبل الأخذ قبلت توبته وبعدها لا، ويقتل كالساحر وان لم يكن داعياً للضلال فهو كالمرتد كما قاله أبو الليث وعليه الفتوى" (حاشية الشهاب على تفسير البيضاوي لشهاب الدين الخفاجي الحنفي(٣٣٥/١، دارصادر، بيروت)

ترجمہ: مختار اور مفتیٰ مذہب کے مطابق شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک زندیق کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ زندقہ کی طرف دعوت دینے والا ہو تو اگر پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول ہوگی اور پکڑے جانے کے بعد توبہ قبول نہ ہوگی، اور اسے ساحر کی طرح قتل کر دیا جائے گا، اور اگر گمراہی اور زندقہ کا داعی اور مبلغ نہ ہو تو اس کا حکم مرتد والا ہے جیسا ابو اللیث نے فرمایا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی تحریر فرماتے ہیں:

وأما الزنادقة قالوا :لو جاء زنديق قبل أن يؤخذ فأخبرأنه زنديق وتاب تقبل توبته،فإن أخذ ثم تاب لاتقبل توبته ويقتل لأنهم

باطنية يعتقدون فى الباطن خلاف ذلك فيقتل و لاتؤخذ منه الجزية .(فتح القدير ،كتاب الجهاد، باب الجزية، ٦/ ٥٠، دار الفكر، بيروت)

فقہاء کہتے ہیں کہ اگر زندیق گرفتاری سے پہلے آجائے اور معلوم ہو کہ یہ زندیق اوراس نے توبہ کرلی تو اس کی توبہ مقبول ہوگی لیکن اگر گرفتار ہوگیا پھر توبہ کی تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی بلکہ اسے قتل کردیا جائے گا کیونکہ یہ باطنیہ ہیں باطنی طور پر خلافِ اسلام عقائد رکھتے ہیں لہذا اسے قتل کیا جائے اور اس سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا۔

قاضی محمود اوزجندی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

’’و قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالى إذا تاب الساحر قبل أن يؤخذ تقبل توبته و لا يقتل و إن أخذ ثم تاب لم تقبل توبته و يقتل و كذا الزنديق المعروف الداعي و الفتوى على هذا القول ‘‘ (فتاوىٰ قاضى خان على هامش الهندية ، كتاب الحظر و الإباحة، ٣/ ٤٢٩)

ترجمہ: فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جادوگر توبہ سے قبل گرفتار ہوجائے تو اس کی توبہ قبول کرتے ہوئے اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور اگر پکڑے جانے کے بعد توبہ کرے تو توبہ مقبول نہ ہوگی اور اسے قتل کردیا جائے گا یہی حکم داعی اور مبلغ زندیق کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

”(من ارتد عرض) الحاكم (عليه الإسلام استحبابا) على المذهب لبلوغه الدعوة (وتكشف شبهته) بيان لثمرة العرض (ويحبس) وجوبا وقيل ندبا (ثلاثة أيام) يعرض عليه الإسلام فى كل يوم منها خانية (إن استمهل) أى طلب المهلة وإلا قتله من ساعته إلا إذا رجى إسلامه بدائع........(فإن أسلم) فيها (وإلا قتل) لحديث من بدل دينه فاقتلوه (وإسلامه أن يتبرأ عن الأديان) سوى الإسلام (أو عما انتقل إليه) بعد نطقه بالشهادتين، وتمامه فى الفتح؛ ولو أتى بهما على وجه العادة لم ينفعه ما لم يتبرأ بزازية (وكره) تنزيها لما مر (قتله قبل العرض بلا ضمان) لأن الكفر مبيح للدم۔“(الدر المختار،كتاب الجهاد، باب المرتد، ٤/ ٢٢١، ٢٢٣، ايچ ايم سعيد، كراتشى)

ترجمہ: جو شخص مرتد ہوجائے حاکم استحباباً اس پر اسلام پیش کرے گا کیونکہ دعوتِ اسلام اس تک پہنچ چکی ہے اور اس کا شبہ دور کرے گا اور تین دن اسے قید رکھے گا ہر دن اس پر دعوتِ اسلام پیش کرے گا، یہ سب تب ہے جب اس نے مہلت طلب کی ہو ورنہ فوراً اسے قتل کردے گا الا یہ کہ اس کے اسلام قبول کرنے کی امید ہو، پھر اگر وہ اسلام قبول کرلے تو فبھا ورنہ اسے قتل کردے۔ دلیل حدیث پاک ہے کہ جو شخص اپنا دین بدلے اسے قتل کرڈالو، اور اس کے قبول اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے دیگر ادیانِ باطلہ یا جس دین کی طرف وہ گیا ہے اس سے براءت کا اظہار کرے، جب تک باطل دین سے براءت نہ کرے محض شہادتین کا پڑھنا سودمند نہیں ہوگا۔ بزازیہ، اس پر دین اسلام پیش کیے بغیر اسے قتل کرنا مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ ہے لیکن اس پر کوئی ضمان نہیں ہوگا کیونکہ کفر کی وجہ سے اس کا خون معاف ہے۔

کافرہ عورت کے لیے حقِ حضانت کا حکم

(۲) اگر کوئی مسلمان مرد کسی کافر خاتون سے نکاح کرلے تو اگر والدہ کتابیہ (نصرانیہ یا یہودیہ) ہو تو سن شعور کو پہنچنے کے بعد والدین میں سے مسلمان کو حقِ تربیت ہوتا ہے تاکہ بچے کا دین تباہ نہ ہو اور اگر والدہ مرتدہ (قادیانیہ وغیرہ) ہو تو حقِ تربیت و پرورش (سن شعور سے پہلے اور بعد) صرف مسلمان والد کو ہوگا، مرتدہ عورت کو قطعاً حقِ حضانت و پرورش حاصل نہیں ہوگا۔ اگر والد کتابی یا مرتد ہو اور والدہ مسلمان ہو تو سن شعور کے بعد بھی حقِ تربیت مسلمان والدہ کو ہوگا۔

فقہ حنفی کی معروف کتاب ''الدر المختار'' میں ہے:

''(تثبت للأم)النسبية (ولو) كتابية، أو مجوسية أو (بعد الفرقة) (إلا أن تكون مرتدة) فحتى تسلم لأنها تحبس "(كتاب الطلاق، باب الحضانة، ۳/۵۵۶، ایچ ایم سعید، کراچی)

ترجمہ: حق حضانت و پرورش ماں کے لیے ثابت ہوگا اگر چہ وہ کتابیہ یا آتش پرست ہو یا زوجین میں جدائی ہوگئی ہو، الا یہ کہ والدہ مرتدہ ہو تو جب تک اسلام نہ لائے اسے حقِ تربیت و پرورش حاصل نہ ہوگا کیونکہ وہ تو قید ہوگی۔

علامہ شامی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

وتكون الفاجرة بمنزلة الكتابية، فإن الولد يبقى عندها إلى أن يعقل الأديان كما سيأتي خوفا عليه من تعلمه منها ما تفعله فكذا الفاجرة.(رد المحتار،۳/۵۵٦)

اور فاسق و فاجر عورت کتابیہ عورت کے حکم میں ہے یعنی بچہ اس وقت تک اس کے پاس پرورش میں رہے گا جب تک کہ بچے کو ادیان کی سمجھ بوجھ نہ ہو جائے، کیونکہ اس کے بعد یہ ڈر ہوگا کہ بچہ وہی سیکھے جو ماں کرے گی یہی حکم فاجرہ عورت کا ہے۔

کفار سے معاملات کا شرعی حکم

(۳) عام کفار کے ساتھ موالات (دوستانہ تعلقات) جائز نہیں، تاہم چند شرائط کے ساتھ ان سے معاملات (خرید و فروخت اور ان کے برتنوں کو استعمال کرنا) جائز ہے۔

(۱) بلا ضرورت مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے معاملات نہ کیے جائیں (۲) جب تک مسلمانوں کے ہاتھوں اور برتنوں کی چیزیں کھانے پینے کے لیے ملیں اس وقت تک کفار کے ہاتھوں اور برتنوں کی چیزیں استعمال نہ کی جائیں (۳) کفار کے ساتھ معاملہ کرنے میں مسلمانوں کی ذلت نہ ہو۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ تفصیلی بحث کے بعد خلاصہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''روایاتِ حدیث وفقہ کے دیکھنے اور حالاتِ موجودہ پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوا کہ اس وقت باوجود اباحت فی نفسہا کے مسلمانوں کے لیے اپنی دکانیں چھوڑ کر غیر مسلموں سے سامان خریدنا ہرگز جائز نہیں، باقی ضرورتِ شدیدہ مستثنیٰ ہے۔'' (جواہر الفقہ،۲/۱۹۳)

یہ عام کفار کے بارے میں حکم ہے البتہ مرتد اور زندیق کے ساتھ معاملات کسی صورت جائز نہیں کیونکہ ان کا وجود نامسعود ہی ناجائز اور ناروا ہے اس سے زمین کو پاک کرنا ریاستِ اسلامیہ کی ذمہ داری ہے نیز اس سے اسلام اور مسلمانوں کے ضرر کا خدشہ ہے۔

قادیانیوں کا شرعی حکم

تمام علماءِ اسلام کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ قادیانی (احمدی، لاہوری) زندیق ہیں اور ان کے احکام زنادقہ کے ہیں (جو کہ مرتدین سے بھی سخت ہیں) بلکہ ان کی ریشہ دوانیاں اور سازشیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پھیلی ہوئے ہیں، اس لیے ان میں جو داعی زندیق ہیں وہ اگر گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرلیں اور حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں تو ان کی توبہ قبول ہوگی اور انہیں قتل نہیں کیا جائے گا لیکن اگر گرفتاری سے قبل توبہ نہ کریں حکومتِ اسلامیہ کی ذمہ داری ہے کہ انہیں قتل کردے البتہ جو قادیانیت کی دعوت دینے والے قادیانی نہ ہوں ان کا حکم مرتد کا ہوگا یعنی حکومتِ اسلامیہ ان پر اسلام پیش کرے اگر قبول کرلیں تو چھوڑ دے ورنہ قتل کردے۔

قرآن کریم میں ہے:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ‌و إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ(المائدة:۳۳،۳۴)

ترجمہ: جولوگ اللہ سے اوراس کے رسول سے لڑتے ہیں اورزمین میں فساد کے لیے دوڑتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ ان کوقتل کیا جائے، یاان کو سولی پر چڑھایا جائے، یاان کے ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے کاٹ دیئے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اوران کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کرلی اس سے پہلے کہ تم ان پرقدرت پاؤ، سوجان لوکہ بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے۔

مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”فإن مسيلمة الفنجاب مرزا غلام أحمد القادياني قد أنكر ختم النبوة والرسالة، وحرف معناه واتبع فى كفره إليها والباب، وادعى النبوة الحقيقية الشرعية بل التشريعية مع الشريعة الجديدة والوحى والكتاب، وأهان الأنبياء عليهم السلام خصوصاً سيدنا عيسى عليه السلام بصريح الخطاب .وأنكر القطعيات الدينية الضرورية بتأويلات، بل هى الإنكار بإقراره من غير تأويل وحجاب، فهذا ومن تبعه ملحد زنديق كافر مرتد بلا ريب وشك، وعليه الفتوى وهو الحق وفيه الصواب .وكذا من شك فى كفره وعذابه بعد اطلاعه على كفرياته فعليه ما عليه، ولعنه فى الدنيا وذلة فى الآخرة، وعذاب وعقاب، كيف ولو لم يكن هذا ومن تبعه خارجاً عن الإسلام مرتداً .لم يكن مسيلمة وأتباعه وأمثاله كافراً مرتداً عند الجزاء يوم الحساب .“(إكفار الملحدين، صورة ماكتبها على اكفار الملحدين،ص ۱۶۵)

ترجمہ: پنجاب کے مسیلمۂ کذاب مرزاغلام احمد قادیانی نے ختم نبوت اورختم رسالت کاانکار کیاہے اوراس کے معنیٰ میں تحریف کی ہے اورحقیقی شرعی نبوت بلکہ تشریعی نبوت کاشریعت جدیدہ اوروحی وکتاب کے ساتھ دعویٰ کیاہے اورانبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واضح الفاظ میں توہین اورگستاخی کی ہے اوربودی تاویلات کے ساتھ دین کے قطعی حکموں کاانکار کیاہے بلکہ اس کے اقرار کی وجہ سے یہ بغیرکسی تاویل اورخفاکے انکارہے لہذا مرزاغلام احمد قادیانی اوراس کے ماننے والے بلاشک وریب ملحد، زندیق، کافراورمرتد ہیں، اسی پرفتویٰ ہے اوریہی حق اوردرست بات ہے اسی طرح جوشخص مرزاغلام قادیانی کے کفریات پرواقف ہونے کے باوجوداس کے کفراورعذاب میں شک کرے اس کابھی یہی حکم ہے، اللہ تعالیٰ کی اس پرلعنت ہودنیا میں اور آخرت میں ذلت، اورعذاب وسزامقدرہو، اگریہ شخص اوراس کے متبعین دائرۂ اسلام سے خارج اورمرتدنہیں ہیں تومسیلمۃ اوراس کے پیروکاراوراس جیسے دوسرے لوگ بھی کافراورمرتدنہیں ہوں گے۔

مولانامحمد موسیٰ روحانی البازی قدس سرہ(سابق استاذالحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور)تحریرفرماتے ہیں:

”فرقہ قادیانیہ جوغلام احمد قادیانی کونبی یامصلح ومرشد مانتاہے یہ فرقہ زمانۂ حال کے زنادقۂ کبار میں سے ہے اورکسی اسلامی مملکت میں بحکم شرع اسے رہائش، اقامت کی اجازت نہیں دی جاسکتی، قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں اورختم نبوت کاعقیدہ ضروریاتِ دینِ اسلام میں سے ہے کسی اسلامی مملکت میں یہ فرقہ جزیہ اداکرکے بطورذمی بھی سکونت نہیں کرسکتا کیونکہ ان میں سے جولوگ مسلمان تھے اورپھرقادیانی ہوگئے وہ مرتد ہیں اورمرتد واجب القتل ہے مرتد ذمی نہیں بن سکتا اسی طرح یہ لوگ مرتد ہونے کے علاوہ زندیق بھی ہیں لہذا ان میں جواشخاص قادیانیت کے مبلغ وداعی ہوں ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہے اوروہ زندقہ کی وجہ سے واجب القتل ہیں......اورجوقادیانی پیدائشی قادیانی ہوں یعنی قادیانی خاندان میں پیداہوئے اورپھراسی عقیدے پرقائم رہتے

ہوئے بڑے ہو گئے وہ بھی کسی اسلامی مملکت میں از روئے شریعتِ اسلامیہ سکونت واقامت کے مُجاز نہیں ہو سکتے اور وہ جزیہ ادا کر کے ذمی بھی نہیں بن سکتے بلکہ وہ زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں اگر وہ قادیانیت کے داعی ومبلغ ہوں تو ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہو سکتی، اگر داعی ومبلغ نہ ہوں تو ان کی توبہ قبول ہو سکتی ہے بہر حال پیدائشی قادیانی زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں وہ جزیہ ادا کر کے بھی دارِ اسلام میں اقامت اختیار کرنے کے مجاز نہیں۔'' (اتمام التکمیل مقدمۃ شرح البیضاوی،۲/۲۶۱)

صورتِ مسئولہ کا حکم

صورتِ مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ قادیانی عورت سے ہونے والا یہ نکاح شرعاً ہوا ہی نہیں، اس سے ہونے والی اولاد ولد الزنا ہے، تاہم ان کا نسب والد سے ثابت ہوگا اور حقِ تربیت و پرورش (سن شعور سے پہلے اور سن شعور کے بعد بھی) صرف مسلمان والد کو ہوگا، قادیانیہ عورت کو قطعاً حقِ حضانت و پرورش حاصل نہیں ہے، کیونکہ قادیانی زندیق ہیں، اس لیے شرعاً مذکورہ بچی کو اس کے مسلمان والد کے حوالے کرنا ضروری ہے۔

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

وتكون الفاجرة بمنزلة الكتابية، فإن الولد يبقى عندها إلى أن يعقل الأديان كما سيأتي خوفا عليه من تعلمه منها ما تفعله فكذا الفاجرة .(رد المحتار،۳/۵۵۶)

اور فاسق وفاجر عورت کتابیہ عورت کے حکم میں ہے یعنی بچہ اس وقت تک اس کے پاس پرورش میں رہے گا جب تک کہ بچے کو ادیان کی سمجھ بوجھ نہ ہو جائے، کیونکہ اس کے بعد یہ ڈر ہو گا کہ بچہ وہی سیکھے جو ماں کرے گی یہی حکم فاجرہ عورت کا ہے۔

امام سرخسی فرماتے ہیں:

وإذا تزوج المرتد مسلمة أو تزوجت المرتدة مسلما فولدت منه يثبت نسبه منهما؛ لأن النكاح الفاسد إذا اتصل به الدخول فهو بمنزلة الصحيح فی إثبات النسب۔(المبسوط،۱۷/۱۳۳، دارالمعرفة، بيروت)

اور اگر مرتد مسلمان عورت سے نکاح کر لے یا مرتد عورت مسلمان مرد سے نکاح کر لے پھر اس سے اولاد ہو تو اس کا ان سے نسب ثابت ہوگا اس لیے کہ نکاحِ فاسد میں جب دخول ہو جائے تو وہ اثباتِ نسب میں نکاحِ صحیح کے برابر ہوتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب و علمہ أتم و أحکم

کتبہ: عبدالصمد ساجد عفا عنہ الأحد الماجد

معین دارالافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۲۴/ جمادی الاولی ۱۴۴۲ھ/ ۹/ جنوری ۲۰۲۱ء

تصدیق وتوثیق

فقیہِ وقت حضرت مولانا مفتی سید عبد القدوس ترمذی دامت برکاتہم

(رئیس دار الافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

احقر نے یہ مکمل جواب مع ادلہ بغور پڑھا، اس میں نہ صرف یہ کہ صورتِ مسئول عنہا کا مدلل جواب تحریر کیا گیا ہے بلکہ بطور تمہید کے کفر واسلام کی تعریف کے ساتھ اقسام کفر مع احکامِ کفر کو بھی جامع انداز میں بیان کر دیا گیا ہے آخر میں قادیانیوں کے متعلق واضح کر دیا ہے کہ وہ مرتد اور زندیق ہیں عام کفار کی طرح نہیں ہیں اس لیے ان کا حکم بھی عام کفار اہل کتاب، یہود ونصاریٰ یا ہنود اور دیگر غیر مسلموں کی طرح نہیں ہے، یہ تفصیل اس لیے بھی ضروری تھی تاکہ صورت مسئول عنہا کا جواب علی وجہ البصیرۃ سمجھ میں آجائے کہ کسی بھی قادیانی عورت کو مسلمان بچہ یا بچی کی پرورش کا حق (حق حضانت) نہیں ہے۔

مجیب سلمہ نے ہر بات کا حوالہ دیا ہے، قرآن کریم، احادیثِ طیبہ اور فقہ وفتاویٰ کی معتبر کتب کے متعدد اور ٹھوس حوالہ جات سے جواب کو مزین ومدلل کیا ہے، ان کی محنت قابل داد ہے، اس جواب باصواب کو دیکھ کر بلاشبہ دل بہت خوش ہوا، بندہ کو اس تحریر سے مکمل اتفاق ہے۔ نعم الجواب و هو عين الصواب ، جزى الله تعالىٰ المجيب المصيب خير الجزاء و جعل الله هذا السعي مشكوراً و ذنباً مغفوراً و وفقه لأمثال أمثاله۔فقط۔

کتبہ: احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ ولوالدیہ

دار الافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال، سرجودہا

۲۴رجمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ/ ۹رجنوری ۲۰۲۱ء